مسلمان، مسندِ اقتدار پر

مولانا عبدالسّلام قدوائی

اسلام نے زندگی کے سارے نظام کو بدل دیا تھا، جس طرح اس نے دنیا کے سارے شعبوں میں تبدیلی پیدا کر دی تھی، اسی طرح اس نے حکومت کا تصور بھی بالکل بدل دیا تھا۔ اسلام سے پہلے حکومت کا مقصد عیش پسندی، تن پروری، ملک گیری تھا، لیکن اسلام نے دنیا کو بتایا کہ حکومت دراصل مخلوقِ خدا کی خدمت کا نام ہے، اس نے قوم کے سردار کو قوم کا خادم بنایا اور نہ صرف قول سے، اس خدمت گرانہ نظامِ حکمرانی کو لوگوں کے دلوں میں جمایا بلکہ اس کے ایسے واضح اور نمایاں نمونے پیش کیے، جو ہمیشہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جائیں گے اور ظلم وستم کے مارے ہوئے انسانوں اور آفات وحوادثِ روزگار کے ستائے ہوئے بندوں کے لیے اطمینان اور تسکین کا باعث رہیں گے، اس وقت تمام واقعات کا استقصاء مقصود نہیں ہے اور نہ ان چند اوراق میں یہ ممکن ہی ہے۔ صرف تاریخِ اسلام کے چند منتشر واقعات بر سبیلِ تذکرہ پیشِ خدمت ہیں، شاید اس دفترِ پارینہ کی بازخوانی داغ ہائے سینہ کی تازگی کا باعث ہو، اور زندگی کے اس اندھیرے میں شاید کچھ کرنیں راہ نمائی کا باعث ہو سکیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ہے۔ حکومت کی ذمہ داریاں سنگین ہیں۔ ایک طرف آنحضرتؐ کی وفات سے وحیِ الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اور زمین والے آسمانی رہنمائی سے محروم ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف اندرونِ عرب میں ارتداد کا ہنگامہ بپا ہے۔ مخالفت کا زور ہے۔ مالیہ (زکوٰۃ وغیرہ) کی ادائیگی سے انکار ہے۔ تیسری طرف رومی اور ایرانی شہنشاہ عرب کو پامال کرنے کے منصوبے باندھ رہے ہیں۔

لیکن اس وقت بھی حکومت و جہانبانی کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ مخلوق کی خدمت کی دھن ہے۔ حد یہ ہے کہ اس بارے میں بچوں تک کی دل شکنی گوارا نہیں ہے۔ خلافت سے پہلے

کسی بڑھی عورت کی بکری کا دودھ دوھیا کرتے تھے۔ خلافت کے بعد اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ اس کی چھوٹی بچی کھیلتی ہوئی باہر ملتی ہے' اور ہنستے ہوئے کہتی ہے' یہ اب خلیفہ ہو گئے ہیں' اب یہ ہماری بکری نہیں دوہیں گے۔ حضرت صدیقؓ فرماتے ہیں' نہیں نہیں' میں اب بھی تمہاری بکری دوہوں گا۔ پھر اس کہنے پر اس پابندی سے عمل کرتے ہیں کہ اپنے پورے دورِ خلافت میں اس کی بکریاں دوہتے رہتے ہیں۔

خدمت کے اس شدید جذبہ کے ساتھ بے نفسی اور بے غرضی کا یہ عالم ہے کہ گزراوقات کے لیے تنخواہ لینا بھی گوارا نہیں۔ خلافت کے بعد لوگ دیکھتے ہیں کہ پیٹھ پر کپڑوں کا پشتارہ لدا ہے اور بازار سے گزر رہے ہیں۔ یہی تجارت ان کا ذریعۂ معاش تھی۔ لیکن جب کہ خلافت کی ذمہ داریاں بڑھیں تو لوگوں نے اصرار کیا کہ اب اس ذاتی کاروبار کی گنجائش نہیں۔ اس میں مشغولیت رعایا کی دیکھ بھال سے ایسا نہ ہو کہ غافل کر دے۔ بالآخر پبلک مفاد کی خاطر گزراوقات کے لیے معمولی سی رقم قبول کرنی پڑی۔ لیکن انتقال کے وقت اس کا خیال آیا تو طبیعت بے چین ہو گئی۔ وصیت کی کہ ان کی ذاتی جائیداد فروخت کر کے یہ رقم بیت المال کو واپس کر دی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے سامنے جب یہ بات آئی تو وہ آب دیدہ ہو گئے' اور روتے ہوئے فرمایا' خدا رحم کرے' ابوبکرؓ اپنے بعد والوں کے لیے معاملہ بڑا سخت کر گئے۔

فاروقِ اعظمؓ پر حضرت ابوبکرصدیقؓ کے اس عمل کا زندگی بھر اثر رہا۔ وہ بھی بہت ہی معمولی طریقہ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ نہ کھانے میں لذت کی فکر تھی' نہ پوشش میں زینت کا خیال تھا۔ موٹا جھوٹا کھا کر' پھٹا پرانا پہن کر یہ زندگی کے دن گزار دینا چاہتے تھے۔ لوگوں نے بارہا نصیحت کی' ہمدردوں نے طرح طرح سے سمجھایا' کہ اپنی جان پر رحم کریں۔ لیکن آپؓ نے یہ کہہ کر لوگوں کو لاجواب کر دیا کہ میں اپنے دونوں پیشرو محبوب بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل کر زندگی کی یہ منزل طے کرنا چاہتا ہوں تاکہ جب یہ سفر ختم ہو تو انہی کے ساتھ قیام نصیب ہو۔ بیت المال سے جو معمولی رقم اپنی ضروریات کے لیے لیتے تھے' آخر وقت میں اپنے اہلِ خاندان کو وصیت کی کہ یہ رقم بیت المال کو واپس کر دی جائے۔

اس بے نیازی اور بے غرضی کے باوجود خدمت کا جذبہ غیر معمولی تھا' ایسا غیر معمولی کہ دنیا کی قوموں کی تاریخ میں اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ خیال تو کیجیے کہ دن بھر حکومت کی اہم ذمہ داریاں انجام دی جاتی تھیں' اور راتوں کو جب انسان کیا جانور تک محوِ خواب ہوتے تھے' فاروقِ اعظمؓ مدینہ کی گلیوں میں پھرتے ہوتے تھے تاکہ اندازہ لگائیں کہ لوگ کس حال میں ہیں' انہیں

کیا مشکلات ہیں، وہ کس تکلیف میں مبتلا ہیں اور ان کی پریشانیوں کا کیا عالم ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے، وہ جاگتے تھے تاکہ دوسرے آرام کی نیند سوئیں، وہ پریشانی اٹھاتے تھے تاکہ دوسرے آرام اٹھائیں۔

ایک دن رات کو حسبِ معمول گشت کے لیے نکلے تو دیکھا کہ شہر کے کنارے خیمہ لگا ہوا ہے۔ قریب گئے کہ دیکھیں کون نیا آدمی آیا ہے اور اس کا کیا حال ہے۔ قریب پہنچے تو دیکھا ایک بدوی بیٹھا ہوا ہے، اندر سے کراہنے کی آواز آ رہی ہے، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مسافر ہے اور اس کی عورت دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ اس غریب کی پریشانی سے دل بھر آیا، تیزی سے گھر آئے، اپنی بیوی ام کلثوم بنت علیؓ سے کہا، آؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ثواب حاصل کرنے کا موقع پیدا کیا ہے۔ یہ کہہ کر کھانے پینے، دوا علاج کا ضروری سامان ساتھ لے کر چل کھڑے ہوئے، خیمہ کے قریب پہنچے تو عورت کی تکلیف بدستور تھی، خدمت کے لیے بیوی کو اندر بھیجا، اور باہر چولہا جلایا اور کھانا تیار کرنے لگے، کچھ دیر کے بعد اندر سے بچہ کے رونے کی آواز آئی۔ حضرت ام کلثومؓ نے پکار کر کہا، امیرالمومنینؓ! اپنے دوست کو خوش خبری سنا دیجیے۔ امیرالمومنین کا لفظ سن کر بدوی چونک پڑا۔ گھبرا کر حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا، امیرالمومنین آپ یہ تکلیف اٹھاتے ہیں، سن کر فرمایا، تکلیف کی کیا بات ہے، جس پر حکومت کی ذمہ داری ہے اس کا یہ فرض ہے۔

ایک اور رات کا ماجرا ہے کہ گشت کرتے ہوئے ایک جگہ پہنچتے ہیں، دیکھتے کیا ہیں کہ ایک خیمہ لگا ہوا ہے، اس کے پاس آگ جل رہی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ پک رہا ہے، یہ قحط سالی کا زمانہ تھا، بڑے خوش ہوئے کہ شاید راحت کی صورت پیدا ہو رہی ہے۔ خوش خوش خیمہ کے قریب گئے، لیکن وہاں حال یہ تھا کہ خالی ہانڈی چولہے پر چڑھی ہوئی تھی، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ماں نے بھوکے بچوں کو بہلانے کے لیے یہ کھانا پکانے کا بہانہ کر رکھا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر دل کو ٹھیس لگی اور سیدھے بیت المال واپس آئے، جلد جلد خوردونوش کا سامان نکالا، گٹھری پیٹھ پر لادی، غلام نے چاہا کہ یہ بوجھ ان سے لے لے، لیکن آپؓ نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ کل قیامت میں تم میرا بوجھ نہیں اٹھاؤ گے۔ غرض کہ اس حال میں خیمہ تک پہنچے، آٹا گوندھا، چولہا جلایا، جب کھانا تیار ہوا اور بچوں نے کھایا تو باغ باغ ہو گئے۔ عورت بھی اس مہربانی سے بے حد متاثر ہوئی اور کہا کہ خلیفہ بنانے کے قابل تم ہو نہ کہ عمرؓ۔ آپؓ نے فرمایا کہ اچھی باتیں کرو، کل امیرالمومنین کے پاس آنا، مجھے انشاء اللہ وہاں پاؤ گی۔ جب عورت اپنے شوہر اور بچوں کے

ساتھ دارالخلافہ پہنچی تو اس نے حیرت سے دیکھا کہ رات کو چولہا پھونکنے والا ہی امیرالمومنین ہے۔

حضرت عمرؓ ہی کا دورِ حکومت ہے، شام فتح ہو چکا ہے، علاقہ کی دیکھ بھال کے لیے امیرالمومنین دورہ کر رہے ہیں۔ حمص پہنچتے ہیں اور سربرآوردہ اشخاص سے ملاقات ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ شہر کے فقیروں اور حاجت مندوں کی فہرست پیش کریں۔ فہرست بن کر جو آتی ہے تو سرِفہرست امیرِشہر سعید ابن عامر کا نام نظر آتا ہے۔ حیران ہو کر دریافت فرماتے ہیں، یہ کون سعید ہیں، لوگوں نے کہا، ہمارے حاکم۔ اب امیرالمومنین کو اور تعجب ہوا۔ فرمایا کہ یہ محتاج کیسے ہو سکتے ہیں، انہیں تو سرکاری خزانہ سے رقم ملتی ہے، لوگوں نے کہا، ہاں یہ سچ ہے لیکن ان کی فیاضیٔ طبع کچھ باقی نہیں رہنے دیتی، جو ملتا ہے دوسرے اہلِ حاجت کو تقسیم کر دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے۔ پھر ایک ہزار دینار جناب سعید ابن عامر کے پاس بھیجے اور قاصد سے کہا کہ انہیں میری طرف سے سلام کہنا اور کہنا کہ امیرالمومنین نے یہ رقم بھیجی ہے۔ اسے اپنی ضرورت میں صَرف کیجیے۔ قاصد رقم لے کر پہنچا، امیرالمومنین کا خط دیا، پھر تھیلی پیش کی، دیناروں پر نظر پڑی تو زور سے کہا، **انا للہ وانا الیہ راجعون**، بیوی ذرا دور تھیں، ان کے کان میں یہ آواز پڑی تو گھبرا کر پوچھا، خیریت ہے؟ کیا حادثہ پیش آیا، خدانخواستہ امیرالمومنین کی وفات تو نہیں ہوئی۔ فرمایا، نہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر واقعہ پیش آیا ہے۔ کہا، کیا کوئی خدا کی نشانی نمودار ہوئی ہے۔ فرمایا کہ اس سے بھی بڑھ کر حادثہ پیش آیا ہے۔ کہنے لگیں، آخر فرمایئے تو کیا بات ہے۔ آپ اس اضطراب کے ساتھ **انا للہ وانا الیہ راجعون** کیوں پڑھ رہے ہیں، فرمایا، دیکھو! یہ دنیا میرے پاس آ گئی ہے۔ ہائے، فتنہ میرے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔ سعادت مند بیوی نے تسکین دیتے ہوئے کہا، آپ پریشان نہ ہوں۔ یہ رقم جس طرح چاہیں رضائے الٰہی میں صَرف کر دیں۔ بیوی کی یہ بات سن کر دل کو ذرا قرار ہوا۔ رقم ایک تھیلی میں باندھ کر رکھ دی۔ کچھ دنوں کے بعد مجاہدین کا ایک قافلہ ادھر سے گزرا تو یہ ساری رقم ان کی ضروریات پر صَرف کر دی۔

دنیا سے بے رغبتی کا عجیب حال تھا، اپنے فرائض کی انجام دہی کے سوا کسی اور کام کی فکر نہ تھی، نہ کھانے کی طرف توجہ تھی، نہ پہننے کی طرف رغبت۔ کئی کئی دن گھر میں آگ نہ جلتی تھی، لوگ سمجھاتے تھے کہ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہو، لیکن اس اللہ والے پر کوئی اثر نہ ہوتا، ایک مرتبہ لوگ اکٹھا ہو کر آئے اور کہا کہ آپ پر اپنی جان کا حق ہے، اپنے عزیزوں کا حق ہے،

اپنے اہل وعیال کا حق ہے، کچھ تو ان کے لیے سامان چاہیے۔ لیکن سب کی سننے کے بعد اللہ کے اس نیک بندے نے کہا کہ میں کسی کی خاطر اپنی منزل کھوٹی نہیں کر سکتا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فقراء ومساکین، اغنیاء سے بہت پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

حکومت وامارت کی جانب لوگ لپکتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہ عزت و سربلندی انہیں حاصل ہو جائے، لیکن جن اللہ کے بندوں کو اس کی ذمہ داریوں کا خیال ہے اور جانتے ہیں کہ کل خدا کے سامنے پوری رعایا کی طرف سے جواب دہی کرنی پڑے گی، وہ حکومت سے بھاگتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی گردن اس جوئے کے بوجھ سے آزاد رہے۔ حضرت سعید بن عامر بھی انہیں بزرگوں میں تھے، جن کی نظر میں حکومت، راحت و آرام کا پیام نہیں ہے بلکہ ذمہ داریوں کی گرانباری کا نام ہے، اس احساس کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت عمرؓ نے انہیں حمص کی امارت کے لیے منتخب کیا تو انہوں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح انہیں اس سے محفوظ رکھا جائے۔ بڑے الحاح کے ساتھ حضرت عمرؓ سے معذوری ظاہر کی، لیکن امیرالمومنین نے فرمایا کہ نہیں، خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا، تم لوگوں نے مجھے خلافت کی شدید ذمہ داریوں میں مبتلا کر دیا اور خود چاہتے ہو کہ حکومت کی ذمہ داری سے آزاد رہو، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، تم نے میرے سر پر بوجھ رکھا ہے تو اس کے اٹھانے میں شریک ہونا پڑے گا۔

سروری دردینِ ما خدمت گری است

ان ہی سعید ابن عامرؓ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ان کے علاقہ کے لوگوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں شکایت کی، لوگوں نے بیان کیا کہ جب تک اچھا خاصا دن نہیں چڑھ آتا اس وقت تک گھر سے برآمد نہیں ہوتے اور رات میں کسی کی آواز کا جواب نہیں دیتے۔ مہینہ میں ایک دن بالکل ہی گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ حضرت عمرؓ کو سخت تعجب ہوا کہ ایسا خدمت پسند اور رعایا کی فکر رکھنے والا آدمی کس طرح لوگوں کی خدمت سے غفلت برت سکتا ہے۔ لیکن چونکہ شکایت سامنے آچکی تھی، اس لیے اطلاع بھیج کر سعید ابن عامرؓ کو طلب کیا، جب وہ آ گئے تو ان کے سامنے لوگوں سے پوچھا کہ اب کہو تمہیں کیا شکایت ہے؟ لوگوں نے شکایتیں دھرائیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا اے سعید! تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ سعید نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کا ذکر نہیں پسند کرتا تھا لیکن چارۂ کار کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر میں کوئی ملازم نہیں ہے جو گھر

کے کاموں میں مدد دیا کرے۔ بیوی کے لیے تمام کاموں کی انجام دہی دشوار ہے۔ اس لیے میں صبح جب گھر جاتا ہوں تو آٹا گوندھتا ہوں، پھر بیٹھ کر خمیر اٹھنے کا انتظار کرتا ہوں، اس کے بعد روٹی پکاتا ہوں، پھر ہاتھ منہ دھو کر ان لوگوں کی خدمت کے لیے باہر نکلتا ہوں۔ اس جواب کے بعد ان لوگوں نے دوسری شکایت پیش کی کہ یہ رات بڑھے صبح تک کسی کا جواب نہیں دیتے۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا، اس کا کیا جواب ہے۔ حضرت سعید نے کہا، میں یہ ذکر کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب یہ بات آن پڑی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے دن ان کی خدمت کے لیے وقف کر رکھا ہے اور رات اللہ تعالیٰ کے لیے، جب رات آتی ہے تو ان کی ضرورتوں سے فارغ ہو کر عشاء کے بعد گھر کے اندر چلا جاتا ہوں اور اپنے رب کے حضور میں حاضر ہو جاتا ہوں۔

اب ان لوگوں نے تیسری شکایت پیش کی کہ مہینہ میں ایک دن یہ بالکل گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، سنتے ہو لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔ سعید بن عامرؓ نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک کپڑے کے سوا دوسرا کپڑا نہیں ہے جسے میں میلا ہونے کے بعد بدل لیا کروں، نہ میرے پاس کوئی خادم ہے جو میرے کپڑے دھو دیا کرے، اس وجہ سے جب کپڑے بہت میلے ہو جاتے ہیں تو میں انہیں اتار کر خود دھوتا ہوں، پھر جب وہ سوکھ جاتے ہیں تو پہن کر باہر نکلتا ہوں، اس کام میں دن کا بڑا حصہ گزر جاتا ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ کا چہرہ فرطِ مسرت سے چمک اٹھا اور بے اختیار فرمانے لگے، خدا کا شکر ہے کہ اس نے میری بصیرت ان کے بارے میں غلط نہیں کی، اس کے بعد سعید ابن عامرؓ کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور کہلا بھیجا، اس سے اپنی ضرورت پوری کر لو۔ ان کی بیوی نے دیکھا تو بہت خوش ہوئیں اور کہنے لگیں، اس سے ایک غلام خرید لیا جائے تاکہ گھر کے مشاغل سے کچھ فرصت نصیب ہو، لیکن حضرت سعیدؓ نے کہا، کیا تمہیں اس سے بہتر چیز مرغوب نہیں ہے کہ یہ دینار ہم ایسے لوگوں کی خدمت میں صَرف کریں جو ہم سے زیادہ محتاج و پریشان ہیں۔ اللہ نے انہیں بیوی بھی بڑی نیک بخت بخشی تھی، وہ سنتے ہی راضی ہو گئیں۔

حضرت سعیدؓ نے ایک معتبر شخص کو بلایا، الگ الگ پوٹلیوں میں دینار باندھے اور اس کے حوالے کیے اور حکم دیا کہ فلاں خاندان کی بیوہ تک پہنچا دو، اسے فلاں یتیم کو دے آؤ، اسے فلاں مسکین کے پاس لے جاؤ، اسے فلاں بیمار کے حوالے کر دو۔

حضرت عمرؓ ہی کے زمانہ کے ایک اور حاکم عمیر بن سعدؓ ہیں، یہ بھی حمص میں متعین تھے۔

حضرت عمرؓ نے انہیں جب اس علاقہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو ایک سال تک ان کے یہاں سے کوئی اطلاع نہیں آئی' آخر حضرت عمرؓ نے انہیں خط لکھ کر بلایا اور یہ تاکید کی کہ جو کچھ رقم تم نے وصول کی ہو اسے اپنے ساتھ لیتے آؤ' خط ملتے ہی عمیرؓ نے اپنا ڈنڈا ہاتھ میں لیا اور ایک تھیلہ میں زادِ راہ رکھ کر کندھے پر ڈال لیا اور حمص سے مدینہ پیدل چل پڑے' جب مدینہ منورہ پہنچے تو راستہ کی تکان اور منزل کی دوری کی وجہ سے ان کا یہ حال تھا کہ بال بڑھ گئے تھے' چہرہ غبار سے اٹ گیا تھا اور جسم کا رنگ بدل گیا تھا' حضرت عمرؓ نے یہ حال دیکھا تو پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ عمیرؓ نے جواباً کہا کہ امیرالمومنین دیکھ رہے ہیں' اچھا خاصا ہوں' میرے ساتھ دنیا ہے جسے میں کھینچ رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا' آخر تمہارے پاس ہے کیا۔ عرض کیا' یہ میرا تھیلہ ہے' اس میں میری زادِ راہ ہے' میرا پیالہ ہے جس میں میں کھاتا ہوں اور جس میں اپنا سر اور کپڑے دھوتا ہوں اور چھوٹا سا مشکیزہ ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں' اس کے علاوہ میرا ڈنڈا ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور ضرورت کے وقت دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں' خدا کی قسم اور دنیا کسے کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا' کیا تم پیدل آئے ہو' عرض کیا' ہاں۔ فرمایا' کیا وہاں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کرتا اور تمہارے لیے کسی سواری کا انتظام کر دیتا۔ کہا' نہ میں نے ان سے کوئی سوال کیا نہ انہوں نے ایسا کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' وہ مسلمان کتنے برے ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ یہ سن کر عمیرؓ بولے' امیرالمومنین! اللہ سے ڈریے' اللہ نے آپ کو غیبت سے روکا ہے' وہ لوگ مسلمان ہیں' میں نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب حضرت عمرؓ نے ان کی ذمہ داریوں کا جائزہ لینا شروع کیا' دریافت کیا' تمہیں معلوم ہے میں نے کہاں بھیجا تھا' تم نے کیا کارگزاری دکھائی۔ بولے' آپ نے مجھے جہاں بھیجا میں اس شہر میں گیا' وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور انہیں محاصل کی وصولیابی کے لیے مقرر کیا اور جب انہوں نے حاصل کر لیا تو اسے اس کے مصارف میں صَرف کر دیا' (یہ اشارہ ہے **توخذ من اغنیا ئھم وترد علٰی فقرا ئھم** کی طرف)۔

اگر آپ بھی اس کے مستحق ہوتے تو میں آپ کے پاس بھی ضرور لاتا' حضرت عمرؓ اس بیان سے بے انتہا خوش ہوئے اور حکم دیا کہ عمیرؓ کو پھر ان کے عہدہ پر قائم رکھا جائے۔ لیکن حضرت عمیرؓ دوبارہ یہ ذمہ داری قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور عرض کیا کہ امیرالمومنین اب میں اس کام سے معافی چاہتا ہوں۔ نہ آپ کے زمانہ میں نہ آپ کے بعد میں کبھی یہ ذمہ داری قبول کروں گا' ہزار احتیاطوں کے بعد بھی خدا کے مواخذہ سے امن نہیں' میں نے بہت کوشش کی کہ حکمران

کی بو سے اپنے کو محفوظ رکھوں لیکن ایک دن ایک نصرانی کے لیے میرے منہ سے نکل ہی گیا کہ "اللہ تجھے خوار کرے"۔ اس کے بعد اجازت چاہی اور اپنے گھر واپس آ گئے جو مدینہ سے کافی فاصلہ پر تھا' ان کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو سو دینار دے کر ان کے پاس روانہ کیا' یہ صاحب ان کے مکان پر پہنچے تو وہ دیوار کے سہارے بیٹھے ہوئے اپنے کرتے سے جوں صاف کر رہے تھے' ان کو دیکھ کر کہا' آیئے تشریف رکھیے' آپ کہاں سے آ رہے ہیں' قاصد نے جواب دیا' مدینہ سے آ رہا ہوں۔ پوچھا' امیرالمومنین کا کیا حال ہے؟ کہا' اچھے ہیں' اللہ کے قوانین کا نفاذ کر رہے ہیں' یہ سن کر کہنے لگے' اے اللہ' عمرؓ کی مدد کر' وہ تیری محبت میں سخت ہیں۔ تین دن یہاں قاصد نے قیام کیا' حضرت عمیرؓ کے گھر کی حالت یہ تھی کہ مشکل سے روٹی کی ٹکیا میسر ہوتی تھی جس کو مہمان کے سامنے رکھ دیتے تھے اور خود فاقے سے پڑ رہتے تھے۔ جب ان کی حالت اس طرح تکلیف دہ پریشان نظر آئی تو قاصد نے دینار نکال کر پیش کیے اور کہا' یہ امیرالمومنین نے آپ کی ضرورت کے لیے بھیجے ہیں' لیکن عمیرؓ ابن سعد کی غیرت مند طبیعت نے کسی طرح گوارا نہ کیا کہ یہ ہدیہ قبول کریں۔ کہنے لگے' مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور فوراً ہی محتاجوں اور یتیموں کو تقسیم کر دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر قاصد مدینہ واپس آگیا اور حضرت عمرؓ کو سارا ماجرا سنایا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں بلا بھیجا' جب وہ آئے تو انہیں غلہ کی معقول مقدار اور دو کپڑے عنایت کیے' لیکن انہوں نے یہ کہہ کر غلہ قبول کرنے سے معذرت کی کہ مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے --- دو صاع (تقریباً سات سیر) جو گھر پر چھوڑ کر آ رہا ہوں' البتہ کپڑے قبول کر لیے اور کہا' میری بیوی ننگی ہے' اس کے پاس تن ڈھانکنے کے لیے کوئی کپڑا نہیں ہے' اس کے بعد اپنے گھر واپس آئے۔ تھوڑے دن کے بعد وفات پائی۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو سخت رنج ہوا' ان کے لیے دعائے رحمت کی' پا پیادہ قبرستان تشریف لے گئے۔ فرمایا' اے کاش مجھے عمیرؓ جیسا کوئی آدمی نصیب ہو' جس سے میں مسلمانوں کے معاملات کی انجام دہی میں مدد لوں۔

عہدِ فاروقی کے ایک حاکم حضرت حذیفہؓ بن الیمان ہیں' حضرت عمرؓ نے انہیں ایرانی پایہ تخت مدائن کی حکومت سپرد کی۔ آپ نے امیروں اور حاکموں کے داخلہ کے شاندار منظر دیکھے ہوں گے اور ان سے زیادہ شاندار اور پرشکوہ مناظر کے تذکرے کتابوں میں پڑھے ہوں گے' لیکن حضرت حذیفہؓ نوشیروانی عظمت و جلال اور کیانی شکوہ وجبروت کے مرکز مدائن میں کس شان سے قدم رکھ رہے ہیں۔ ذرا یہ بھی سن لیجیے۔ خچر پر سوار ہیں جس پر زین بھی نہیں ہے' صرف نیچے ایک

بوسیدہ سا چار جامہ پڑا ہوا ہے، ایک ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا ہے، اور دوسرے میں گوشت کی ہڈی، لوگ گورنر کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے اور آمد آمد کے منتظر ہیں، لیکن گورنر آتے ہیں اور ان کے سامنے سے گزر جاتے ہیں، مگر انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ کب آئے اور کب نکل گئے، ان کی آنکھیں کیانی امراء کے شاندار جلوس دیکھ چکی تھیں، وہ پایۂ تخت مدائن کے گورنر کا ایسا سادہ تصور کہاں سے لاتے، جب انتظار کرتے کرتے خاصا عرصہ گزر گیا تو انہوں نے اور آتے ہوئے لوگوں سے پوچھا کہ امیر کی سواری کہاں ہے تو لوگوں نے کہا وہی تو ہیں جو ابھی شانِ بے نیازی کے ساتھ تمہارے پاس سے گزر گئے ہیں۔ حیران ہو کر گھوڑے دوڑائے اور جھپٹ کر حضرت حذیفہؓ کے قریب پہنچے اور سلام کیا، وہ اس وقت ابی بے تکلفی کے ساتھ سواری ہی کی حالت میں کھانا کھا رہے تھے جس کا ذکر اوپر کی سطور میں ہو چکا ہے۔ اسلامی مہمان نوازی نے گوارا نہ کیا کہ تنہا کھاتے رہیں، بے تکلفی سے وہی روٹی اور ہڈی ایرانی معززین کی خدمت میں پیش کر دی۔ ایران کے پرتکلف، نازک مزاج اور لطیف الطبع رئیس بھلا کس طرح ایسی معمولی چیز کھا سکتے تھے، انہوں نے نظر بچا کر پھینک دی، اس کے بعد مزاج پرسی اور گفتگو شروع ہوئی۔ ایرانی سرداروں نے کہا کہ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو، ہم سے طلب فرما لیجیے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ صرف پیٹ میں ڈال لینے کے لیے کچھ کھانا اور جانور کے لیے چارہ چاہیے اور اس کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

ایک عرصہ تک اس سادگی کے ساتھ مدائن میں قیام رہا، اور مشقت و تندہی کے ساتھ رعایا کی خدمت کرتے رہے، کچھ دنوں کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں مدینہ منورہ آنے کی دعوت دی۔ جب معلوم ہوا کہ وہ آ رہے ہیں تو آگے بڑھ کر راستہ میں چھپ کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے، جب حضرت حذیفہؓ ان کے قریب سے گزرے اور انہوں نے دیکھا کہ ان کی حالت میں حکومت وامارت کی وجہ سے کوئی تغیر نہیں ہوا، بلکہ بدستور وہی حال ہے جس حال میں وہ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے تو نکل کر سامنے آئے اور فرطِ محبت سے لپٹ گئے اور فرمانے لگے "اے حذیفہؓ تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں"۔

حضرت حذیفہؓ کو فقروفاقہ بہت محبوب تھا، ہمیشہ راحت و آرام سے دور بھاگتے، امارت وریاست سے طبیعت کو کوئی لگاؤ نہ تھا، لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ فتنہ کی جگہوں سے دور رہیں، لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! فتنہ کی جگہوں سے کیا مراد ہے۔ کہا "حاکموں اور امیروں کے دروازے پر، لوگ امیروں کے پاس جاتے ہیں، ان کے جھوٹ کی تصدیق کرتے ہیں، اور خواہ مخواہ

ان کی تعریف کرتے ہیں"۔

دنیا سے طبیعت کو بے حد نفور تھا' فرمایا کرتے تھے' جی چاہتا ہے کہ دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں اور کسی سے نہ ملوں' یہاں تک کہ خدا کے حضور میں پہنچ جاؤں' نماز پڑھتے تو سخت رقت طاری ہوتی۔ ایک دن کسی شخص نے دیکھ لیا تو اس کو تاکید کی کہ خبردار اس حال سے کسی کو مطلع نہ کرنا۔

انتقال کے وقت عجیب حال تھا' اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہتے تھے' "یااللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں زندگی پر موت کو ترجیح دیتا رہا ہوں' عزت وشان کے مقابلہ میں مجھے بے حیثیتی زیادہ محبوب رہی ہے' اور میں نے مال داری اور تونگری کے مقابلہ میں فقروفاقہ کو ہمیشہ پسند کیا ہے۔" لوگ انتقال کے قریب کفن لے کر آئے۔ پوچھا' تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ انہوں نے پیش کیا۔ اچھا خاصا قیمتی کپڑا تھا۔ فرمانے لگے:

> میرے لیے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ معمولی سے سفید ٹکڑے کافی ہیں' اگر میرے اعمال اچھے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر پوشاک پہنا دے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادم حضرت اسلمؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ کے ساتھ میں بازار کی طرف گیا۔ وہاں انہیں ایک عورت ملی' اس نے کہا' اے امیرالمومنین! میرے شوہر ہلاک ہو گئے ہیں اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے بعد چھوڑے ہیں۔ جن کے لیے کھانے پینے کا کوئی سامان نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ ضائع نہ ہو جائیں۔ میرے باپ خفاف بن ایماء غفاری ہیں' انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شرکت کی ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت عمرؓ ٹھہر گئے۔ پھر ایک اونٹ لائے اور اس پر دو بورے سامانِ خوراک لادا اور ان دونوں کے درمیان کپڑے اور خرچ کے لیے کچھ روپیہ رکھا' پھر اس کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار دے دی اور کہا کہ اسے لے جاؤ یہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ اللہ تمہارے پاس اور پہنچائے گا۔ ایک شخص یہ منظر دیکھ رہا تھا' اسے اتنی زیادہ فیاضی پر تعجب ہوا اور اس نے کہا' اے امیرالمومنین! آپ نے اسے بہت دے دیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے بگڑ کر جواب دیا' خدا کی قسم اس عورت کے باپ اور بھائی کے کارنامے میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ایک قلعہ کا انہوں نے طویل زمانہ تک محاصرہ کیا اور بالآخر اسے فتح کر لیا جس کے ثمرات سے ہم فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ ان کا یہ کارنامہ آج بھی میرے حافظہ میں ایسا تازہ ہے کہ گویا میں اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔

حضرت عمرؓ کی خدمت گزاری اور رعایا پروری کا یہ کوئی انوکھا واقعہ نہیں ہے' ان کی زندگی اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ایک اور موقعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ رات کی تاریکی میں اپنے گھر سے نکلے' پھر ایک گھر میں داخل ہوئے' اس کے بعد دوسرے گھر میں گئے۔ حضرت طلحہؓ نے اتفاق سے ان کی یہ نقل و حرکت دیکھ لی۔ انہیں فکر ہوئی' امیرالمومنین رات کس گھر میں گئے تھے' صبح ہوئی تو اس مکان پر گئے تاکہ حالات کا پتہ چلائیں' لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک لُنجی اپاہج بوڑھی عورت وہاں رہتی ہے۔ حضرت طلحہؓ نے اس سے پوچھا کہ یہ صاحب تمہارے پاس کس غرض سے آتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ زمانہ دراز سے یہ میری خبرگیری کرتے ہیں۔ ان کا معمول ہے کہ میرے پاس آتے ہیں' میری ضروریات کی فکر لیتے ہیں' میرے یہاں سے کوڑا کرکٹ نکال کر باہر پھینکتے ہیں اور میرے کام کاج انجام دیتے ہیں۔ حضرت طلحہؓ نے حضرت خلیفتہ المسلمین کی خادمانہ زندگی اور ان کے جذبۂ خدمت کو سنا تو سناٹے میں آ گئے۔

تاجروں کے قافلے آتے' ان کی نگہبانی اور حفاظت کا پورا انتظام کرتے۔ ایک مرتبہ سوداگروں کا ایک گروہ آیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو بذاتِ خود ان کی پاسبانی کا ارادہ کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ آؤ آج رات ان لوگوں کی حفاظت کریں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور ہم دونوں رات بھر چوکیداری کے فرائض انجام دیتے رہے' درمیان میں نماز بھی پڑھتے جاتے تھے۔ رات کے دوران میں ایک بچے کے رونے کی آواز آئی' حضرت عمرؓ اس کے پاس گئے اور اس کی ماں سے کہا' برائے خدا اپنے بچے کی طرف توجہ کر' لیکن تھوڑی دیر کے بعد بچہ پھر رویا۔ اس کی آواز سن کر آپؓ اس کی ماں کے پاس پھر گئے اور اسے اسی طرح نصیحت کی۔ رات کے آخر حصہ میں بچہ پھر رویا۔ آپؓ حسبِ سابق اس کی ماں کے پاس آئے اور اسے ملامت کرنے لگے کہ تو بڑی بری ماں ہے' بچہ کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتی' اس نے ساری رات قرار نہیں پکڑا۔ عورت نے بگڑ کر کہا' اے خدا کے بندے! تو نے مجھے رات بھر پریشان کیا' میں اس بچہ کا دودھ چھوڑانا چاہتی ہوں' یہ بچہ چھوڑنا نہیں چاہتا اور ضد کرتا ہے۔ آپؓ نے پوچھا' آخر تجھے دودھ چھڑانے کی کیا ضرورت پیش آئی ہے' اس نے کہا' وجہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ دودھ چھٹنے ہی کے بعد بچوں کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں۔ آپؓ نے پوچھا' بچہ کی عمر کیا ہے؟ اس نے کہا' ابھی چند ماہ کا ہے۔ آپؓ نے فرمایا' ہائے افسوس! جلدی نہ کر!! اس کے بعد آپؓ نے فجر کی نماز پڑھی۔ اس واقعہ کا طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ دورانِ نماز میں اتنا گریہ طاری ہوا اور اس قدر روتے رہے کہ لوگوں کو صاف طریقہ سے ان کی قرات کا پتہ نہ

چل سکا۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا' ہائے افسوس عمر کے لیے! معلوم نہیں اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے قتل کرائے۔ اس کے بعد آپؓ نے منادی کو بلا کر حکم دیا کہ اس بات کا اعلان کر دے کہ اپنے بچوں کو دودھ چھوڑانے میں جلدی نہ کریں' میں بچہ کے پیدا ہوتے ہی ہر ایک کا وظیفہ مقرر کر دوں گا۔ یہی اعلان ساری اسلامی مملکت میں کرا دیا۔

آپ کے زمانہ میں ایک سال بہت سخت قحط پڑا۔ لوگ فقروفاقہ کی شدید مصیبت میں مبتلا تھے۔ اس وقت آپکی پریشانی حد سے بڑھ گئی۔ جہاں تک دور دور ملکوں میں غلہ دستیاب ہو سکا' منگایا اور لوگوں کے درمیان تقسیم کیا۔ مصر سے غلہ کی بہت بڑی مقدار منگوائی اور حاجتمندوں تک پہنچائی' لیکن اس انتظام کے بعد بھی طبیعت کو چین نہیں آیا۔ پریشان ہو ہو کر دعائیں مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ اگر میں اپنی کسی غلطی کی وجہ سے مستحقِ سرزنش ہوں تو میری وجہ سے اپنی مخلوق کو وبال میں مبتلا نہ کر۔ دوسرے لوگوں سے دعائیں منگواتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے واسطے سے دعائیں مانگتے' اس زمانہ میں آپ نے عہد کر رکھا تھا کہ کبھی سیر ہو کر نہیں کھائیں گے' نہ کوئی اچھا کھانا کھائیں گے۔ اکثر فاقے سے گزارتے۔ گھر والوں کا بھی یہی حال تھا۔ اس مشقت کی وجہ سے ان کے جسم کا رنگ بدل گیا اور بہت لاغر ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں ایک دن لوگوں نے ایک اونٹ ذبح کیا' لوگوں کو اس میں سے کھلایا اور کچھ حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے۔ لوگوں نے کہا' آج اونٹ ذبح کیا تھا' لیکن آپؓ نے اسے کھانا گوارا نہ کیا اور حکم دیا کہ برتن سامنے سے اٹھا لیے جائیں' لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے فرمایا' میں بہت ہی برا حاکم ہوں گا اگر اچھی چیز کھاؤں۔ اس کے بعد آپ کے لیے روٹی اور زیتون کا تیل لایا گیا جسے آپ نے کھایا۔

اپنی حکومت کی ذمہ داری کا بہت شدت سے احساس تھا۔ بیمار اونٹوں کو اگر تیل ملنے کی ضرورت ہوتی تو اپنے ہاتھ سے ملتے' اگر کوئی جانور گم ہو جاتا تو خود اسے ڈھونڈھنے نکلتے' فرمایا کرتے تھے کہ اگر فرات کے کنارے کوئی بکری کا بچہ بھی مر جائے گا تو میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ مجھ سے کرے گا۔

رعایا کے مال سے بہت پرہیز کرتے۔ پھٹے پرانے کپڑے پہن کر اور موٹا جھوٹا کھا کر ساری زندگی گزار دی' حضرت حسنؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اس زمانہ میں دیکھا جب وہ خلیفہ تھے۔ منبر پر کھڑے ہوئے لوگوں کو تلقین کر رہے تھے۔ لیکن کپڑے تار تار ہو رہے تھے۔ میں نے آپ کے تہبند پر شمار کیا تو بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے چاہا کہ حضرت

عمرؓ کچھ آرام اٹھالیں، ان کی ناراضگی کے خیال سے خود تو کہنے کی ہمت نہ پڑی، بالآخر ام المومنین حضرت حفصہؓ کو راضی کیا کہ وہ انہیں اس بات پر مائل کریں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا ہے اور رزق اب مسلمانوں کے پاس خاصا ہو گیا ہے تو اس قدر تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں، اس کھانے سے کچھ بہتر کھانا کھانے لگیں اور ان کپڑوں سے کچھ ملائم کپڑے پہننے لگیں۔ حضرت حفصہؓ نے ایک دن مناسب موقع سے اس کا ذکر کیا، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا، اے حفصہؓ! ذرا خیال تو کرو، تمہیں یاد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح زندگی بسر کرتے تھے اور ان کی کیسی تلخی اور ترشی سے گزرتی تھی، یہی حال حضرت ابوبکرؓ کا تھا۔ خدا کی قسم! میں ان کی طرح سے شدید اور سخت زندگی اختیار کروں گا، شائد آئندہ ان کی نرم اور آرام دہ زندگی میں شرکت نصیب ہو۔ حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ کچھ اس طرح کہے اور رسولؐ اللہ اور حضرت ابوبکرؓ کی تکلیفات کا حال کچھ اس طرح بیان کیا کہ حضرت حفصہؓ بھی رونے لگیں۔

اپنی ذمہ داری کا اتنا سخت احساس تھا کہ اگر کسی کی خدمت میں کوتاہی ہو جاتی یا اس کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی تو بے چین ہو جاتے۔ جب تک اس کا بدلہ نہ چکا دیتے تھے قرار نہیں آتا تھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جمعہ کا دن تھا، آپ نے کپڑے بدلے اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد روانہ ہوئے۔ راستہ میں حضرت عباسؓ کا مکان تھا، پرنالہ راستہ ہی کی طرف تھا۔ اس دن حضرت عباسؓ کے یہاں دو پرندے ذبح کیے گئے تھے۔ حضرت عمرؓ جس وقت پرنالے کے پاس سے گزرے ٹھیک اسی وقت کوٹھے پر خون دھونے کے لیے پانی انڈیلا گیا اور وہ خون اور پانی آپ کے کپڑوں پر گرا۔ آپ کی طبیعت کو بے حد ناگواری ہوئی۔ حکم دیا کہ یہ پرنالہ اکھیڑ کر پھینک دیا جائے۔ پھر اپنے گھر واپس آئے، وہ کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے پہنے۔ اس کے بعد نماز پڑھنے کے لیے آئے، نماز کے بعد حضرت عباسؓ آپ کے پاس آئے اور کہا، خدا کی قسم پرنالہ اسی جگہ تھا جہاں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ حضرت عمرؓ کو اپنے فعل پر بے حد ندامت ہوئی۔ پرنالہ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور فرمایا، اے عباسؓ میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ تم میری پیٹھ پر چڑھ جاؤ اور جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا وہیں لگا دو۔ حضرت عباسؓ کا جی نہ چاہتا تھا لیکن امیرالمومنین کے حکم نے مجبور کر دیا اور ان کی پیٹھ پر چڑھ کر پرنالہ لگا دیا۔

ایک اور واقعہ اسی طرز کا ہے۔ ایک دن آپ بازار سے گزر رہے تھے تاکہ حالات کو سمجھ سکیں اور خرید و فروخت میں کمی زیادتی نہ ہونے دیں۔ راستہ میں لوگ بھیڑ کیے ہوئے تھے۔ لوگوں کو چلنا دشوار تھا۔ ایک جگہ ایک شخص بالکل سرِراہ راستہ روکے ہوئے پڑا تھا۔ حضرت عمرؓ نے

بقیہ بر صفحہ ۱۳